تھا؟اس لیے کہ ردعمل میں اعتدال و توازن باقی نہیں رہتا۔ اس کے بعد ان فکری کوششوں کی قدر و قیمت متعین ہوتی ہے۔ اسی بنیاد پر ہم اپنی علمی تاریخ کا جائزہ لیتے ہیں اور جن ائمہ دین اور محققین کی خدمات اپنے لیے باعثِ فخر تسلیم کرتے ہیں، ان کے بارے میں ہمارا یہ یقین ہے کہ ان کی کوششیں گو ایک خاص دور میں اور خاص ماحول میں تھیں، لیکن اس کے اثرات سے ممکنہ حد تک آزاد رہی ہیں۔

موجودہ دور کی اساس الحاد پر ہے۔ اس کی اخلاقیات، تہذیب، معاشرت، قانون اور سیاست سب اس کے تابع ہیں۔ اس کے حق میں اس نے پوری فضا قائم کی ہے اور علمی بنیادوں پر اسے استوار کرنے کی غیر معمولی سعی کی ہے۔ پوری دنیا اس سے متاثر ہی نہیں، مرعوب بھی ہے۔

امت مسلمہ پر بھی اس کے اثرات ہیں۔ ہماری موجودہ نسل کی تعلیم و تربیت ان ہی کے اداروں میں ہو رہی ہے اور وہی ان کی ذہن سازی کر رہے ہیں۔ مغرب میں جو مسلمان آباد ہیں وہ اسی فضا میں سانس لے رہے ہیں۔ ان کا دینی پس منظر بھی بہت مضبوط نہیں ہے۔ ہمارے مطالعہ اور تحقیق کا اس فضا سے متاثر ہونا تعجب خیز ہرگز نہ ہوگا۔ اس لیے اس بات کی شعوری کوشش کرنی ہوگی کہ اس کے اثرات سے ممکنہ حد تک آزاد ہو کر اسلام کا مطالعہ کیا جائے۔ اس کے لیے باہم مشورہ اور ایک دوسرے کے کام کا جائزہ لینا ہوگا اور دیکھنا ہوگا کہ کس حد تک اسلامی تعلیمات کی ترجمانی ہو رہی ہے اور کہاں لغزشیں ہو رہی ہیں۔ اس سے امید ہے، اسلامی ریسرچ اور تحقیق کا عمل صحیح رخ پر آگے بڑھ سکے گا۔

پاکستان میں سہ ماہی تحقیقاتِ اسلامی کے لیے رابطہ کریں:
جناب سجاد الٰہی صاحب، A-27، لوہا مارکیٹ، مال گودام روڈ، بادامی باغ، لاہور
Tel: 0300-4682752, (R)5863609, (0)7280916
Email: abdulhadi_133@yahoo.com

**وقت کے ایک اہم اور زندہ موضوع پر قابلِ قدر تصنیف**

# غیر مسلموں سے تعلقات اور ان کے حقوق

## مولانا سید جلال الدین عمری

مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان کیسے تعلقات ہونے چاہئیں ؟ یہ آج کا ایک اہم اور زندہ موضوع ہے۔ کیا اسلام اپنے ماننے والوں کے علاوہ دوسروں کو بنیادی انسانی حقوق سے محروم کردیتا ہے؟ کیا اس میں مذہبی رواداری، تحمل وبرداشت اور توسع نہیں پایا جاتا ہے؟ اسلام کے نزدیک غیر مسلموں سے خاندانی، معاشرتی، سماجی، کاروباری اور ازدواجی تعلقات کی نوعیت کیا ہے؟ غیر مسلموں کو سلام، مساجد میں ان کا داخلہ اور ان سے تحائف کے تبادلہ کا کیا حکم ہے؟ کیا مسلمانوں کے معاملات میں ان کی گواہی قبول کی جاسکتی ہے؟ اسلامی ریاست کی بنیادیں کیا ہیں؟ اور اس پر کیا اعتراضات کیے جاتے ہیں؟ جہاد کیا ہے اور اس کے احکام کیا ہیں؟ ذمیوں کے کیا حقوق ہیں؟ اسلامی ریاست کے بین الاقوامی تعلقات کی نوعیت کیا ہے؟ غیر مسلموں سے عدم تعلق کی ہدایات کا صحیح پس منظر کیا ہے؟ یہ چند ایسے اہم مسائل ہیں جن کا جدید ذہن اطمینان بخش جواب چاہتا ہے۔

کتاب میں اس نوع کے تمام مباحث پر قرآن وحدیث کی روشنی میں اور مستند مفسرین، محدثین اور فقہاء کے حوالوں کے ساتھ عالمانہ اظہار خیال کیا گیا ہے۔ ہندوستان کے پس منظر میں اس کی خصوصی اہمیت ہے اور دعوت وتبلیغ کے میدان میں کام کرنے والوں کی بھی یہ ایک اہم ضرورت ہے۔

مصنف کی نظر ثانی کے بعد جدید ایڈیشن، آفسیٹ کی حسین طباعت، عمدہ کاغذ، خوب صورت جلد، صفحات: ۳۲۰، قیمت: ۱۸۵/- روپے

## تحقیق وتنقید

# حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات امن

ڈاکٹر تنویر قاسم

مسیحیت کا نقطۂ آغاز ہی امن کی تلاش ہے۔اس میں اخوت ومساوات، ہم دردی اور خدمت اور باہمی محبت و یگانگت پر زور دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہود کے ادنیٰ طبقات اور یونان وروما کی کثیر تعداد عیسائیت میں داخل ہو کر روحانی تسکین حاصل کرنے میں سبقت لے گئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے پیروکاروں اور حواریوں کو تعلیم دی تھی کہ لوگ تمھیں اذیت سے ہم کنار کریں گے، لیکن تم ان پر صبر کرنا۔ یہی تمھارا اجر عظیم ہوگا۔

معاشرے میں عدم تشدد اور راست بازی کے ماحول کو قائم رکھنا اللہ کے محبوب بندوں کا شعار ہے اور انہی کے لیے 'خدا کی بادشاہت' ہے۔ حضرت عیسیٰؑ لوگوں کو توبہ اور محبت کی تلقین فرمایا کرتے تھے اور امن ومحبت کے معاملے میں دوست اور دشمن کے درمیان تمیز روا نہیں رکھتے تھے۔ انھوں نے تعصب اور نفرت کے رویوں سے اجتناب کرنے اور ستانے والوں کے ساتھ بھی احسان کرنے کی تلقین کی ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ ہم اس لیے محبت کرتے ہیں کیوں کہ خدا نے پہلے ہم سے محبت کی۔ اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے، میں خدا سے محبت کرتا ہوں، لیکن وہ اپنے عیسائی بھائیوں اور بہنوں سے نفرت کرتا ہے تو ایسا شخص جھوٹا ہے۔ وہ شخص، جو اپنے بھائی کو دیکھ سکتا ہے، پھر بھی اس سے نفرت کرتا ہے، اس خدا سے محبت نہیں کرسکتا جس کو وہ دیکھ نہیں سکتا۔ اس نے ہم کو یہ حکم دیا ہے:

"جو کوئی خدا سے محبت کرتا ہے اسے چاہیئے کہ اپنے بھائی سے بھی محبت

رکھے۔‘(یوحنا، ۲۱:۴)

انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن میں مسیحی تصورِ امن کچھ یوں بیان کیا گیا ہے:

In the history of the church, peace has been on the one hand as calm for the soul and on the other hand as social and political reconciliation and the establishment of a just order. This had led to doctrines is a just war .... But more general statement speak of individual and communal well being.[۱]

کلیسا کی تاریخ میں امن ایک طرف روحانی سکون کا نام ہے اور دوسری طرف سیاسی‘ معاشرتی‘ ہم آہنگی اور قیام عدل کا نام بھی ہے اور اسی سے انصاف کی جنگ کا تصور بھی نکلا، لیکن اس کا عمومی مفہوم انفرادی اور اجتماعی بھلائی کا ہے۔

## اناجیل میں تعلیماتِ امن

عیسائیت میں عہد نامہ جدید کی تعلیمات کو بنیادی اہمیت دی گئی ہے۔ امن کے بارے میں اناجیل کی درج ذیل تعلیمات ہیں۔ اس کا تعلق دنیا و آخرت دونوں سے ہے۔ سیدنا عیسیٰؑ نے فرمایا ہے:

”امن ہی میں تمہارے درمیان چھوڑے جا رہا ہوں اور امن ہی تمہیں دیتا ہوں۔ سو تم اپنے آپ کو خوف و ابتلا میں مت ڈالو“۔ (یوحنا، ۲۷:۱۴)

نمک کی مثال دیتے ہوئے انہوں نے فرمایا:

’نمک ایک بہترین چیز ہے، لیکن اگر نمک اپنے ذائقہ کو ضائع کردے تو ”تم اس کو پھر دوبارہ نمک نہیں بنا سکتے۔ اسی وجہ سے تم اچھائی کا مجسم بنو اور ایک دوسرے کے ساتھ امن سے رہو“۔ (یوحنا، ۲۷:۱۴)

''امن کی خدا کے ہاں سب سے زیادہ عظمت اور کرۂ ارض میں بسنے والے خندہ رو انسانوں کے ہاں سب سے زیادہ قدر و منزلت ہے۔ کیوں کہ خدا پریشانی نہیں، بلکہ امن لاتا ہے''۔ (کرنتھیوں، ۱۴: ۳۳)

امن کی عموماً تین سطحوں پر ضرورت ہوتی ہے:

۱۔ انفرادی سطح پر۔

۲۔ دوسرے لوگوں کے ساتھ۔

۳۔ اقوام عالم کے مابین۔

## انفرادی امن

قلبی اطمینان سے ہی انفرادی امن حاصل ہوتا ہے۔جس معاشرہ میں ایسے افراد پائے جائیں جنھیں طمانینت قلبی حاصل ہو وہی پرامن معاشرہ کہلاتا ہے۔طمانینت قلب کا مطلب ہے خدا کی چاہت اور اس کا تقرب، جس کے نتیجہ میں بندہ اس کا مطیع و فرماں بردار بن جاتا ہے اور اپنی ذات کو مکمل طور پر اس کے حوالے کر دیتا ہے۔عہدنامۂ جدید میں ہے:

''اور اسی کوشش میں رہو کہ روح کی یگانگی صلح کے بند سے بندھی رہے۔ ایک ہی بدن ہے اور ایک ہی روح۔ چنانچہ تمھیں جو بلائے گئے تھے اپنے بلائے جانے سے امید بھی ایک ہی ہے۔ ایک ہی خداوند ہے۔ ایک ہی ایمان۔ایک ہی بپتسمہ۔اور سب کا خدا اور باپ ایک ہی ہے، جو سب کے اوپر اور سب کے درمیان اور سب کے اندر ہے۔''
(افسیوں، ۴: ۳۔۶)

سیدنا عیسیٰؑ اپنی معاشرتی زندگی میں تمام تر وقت خدمتِ خلق میں گزارتے تھے۔وہ بیماروں کا علاج اور ان کا تزکیہ کرتے تھے، حتیٰ کہ ان کے اردگرد ہر وقت لوگوں کا ہجوم رہتا تھا۔اس کے باوجود وہ رات کو پہاڑوں پر نماز و ذکر کے لیے بھی جاتے تھے اور پوری پوری رات اسی عالم میں گزار دیا کرتے تھے۔

## صلح پسندی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد ہے:

"مبارک ہیں وہ لوگ جو صلح کراتے ہیں۔ وہ تو خدا کے بیٹے کہلائیں گے۔" (متی،۵:۹)

## قلب وذہن کی طہارت اور تزکیہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انسان کے قلب و ذہن کے تزکیے پر بہت زور دیا ہے۔ فرماتے ہیں:

"کسی عورت کی جانب شہوت زدہ نظر سے دیکھنا ہی زنا کاری کے مترادف ہے۔" (متی،۵:۲۸)

"ہمارے نادیدہ خیالات اور احساسات ترغیب دیتے ہیں۔ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہوتا ہے۔ دراصل ہماری شخصیت گری اور فطرت میں ہمارے افکار اور احساسات کا کردار بنیادی اور حتمی ہوتا ہے۔ لیکن روح ہمیں محبت، خوشی، اطمینان، تحمل، مہربانی، نیکی، ایمان داری، حلم اور پرہیزگاری وغیرہ سکھاتی ہے"۔ (گلتیوں، ۵:۲۲)

## معاشرتی امن

انسانی تعلقات بہت سے اسباب سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ اس ضمن میں شوہر اور بیوی کے مابین خوش گوار ازدواجی تعلقات، اسی طرح ملازمین اور مالکوں کے مابین، اساتذہ اور طلبہ کے درمیان، امیر اور غریب کے درمیان خوش گوار تعلقات کی ضرورت ہے۔ خلاصہ یہ کہ امن معاشرتی سطح پر موجود تمام طبقات کے لیے ضروری ہے۔

معاشرے کے اندر عدم اطمینان اور بدامنی و بے سکونی کی اصل وجہ ہمارا گناہ کی طرف میلان ہے۔ انسانوں کے دل میں تکبر، کینہ و حسد اور خود غرضی جیسے سفلی جذبات پائے جاتے ہیں۔ جب ہم دوسروں کے احساسات کو ٹھیس پہنچاتے ہیں تو گویا ہم دشمنی

اور فساد کا بیج بو دیتے ہیں۔ اگر ہم اپنی انانیت دوسروں کی خاطر قربان کر دیں تو خاطر خواہ تبدیلی آ سکتی ہے اور ہماری حالت بدل سکتی ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے موخر الذکر رویہ اپنانے کی ترغیب دی ہے۔ انھوں نے فرمایا:

> ”تو اب اے بھائیو اور بہنو! میں خدا حافظ کہتا ہوں۔ کامل ہونے کی کوشش کرو۔ میں نے جن باتوں کو کرنے کے لیے لکھا ہے اس پر عمل کرنے کی کوشش کرو۔ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر اور سلامتی سے رہو تو بے لوث محبت والا خدا اور اس کی سلامتی تم پر رہے گی“۔ (کرنتھیوں کے نام دوسرا خط، ۱۳: ۱۱)
>
> ”تم ایک دوسرے کے ساتھ امن سے رہو، روح کے ذریعے امن سے رہو۔ تم سب مل کر اس اتحاد کو بچائے رکھو جو سلامتی سے حاصل ہوا ہے“۔ (افسیوں ۴: ۳)

عیسائی تعلیمات کے مطابق معاشرہ کے افراد کے مابین امن وسکون کو رواج دینے کے لیے اصلاح کی ازحد ضرورت ہے، لیکن یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب ہم سب سے پہلے اپنی انفرادی اصلاح کریں، اللہ کے ساتھ اپنے تعلق میں پختگی لائیں اور اس کے لیے وہ راستہ اختیار کریں جس کا اللہ نے اپنے نبی سیدنا عیسیٰؑ کے ذریعے حکم دیا ہے۔

## ربانی امن

اناجیل بڑی شدومد کے ساتھ اس بات کو صراحت کے ساتھ بیان کرتی ہیں کہ امن کا بانی صرف خدا ہے اور کائنات میں اس وقت تک پائیدار امن قائم نہیں ہو سکتا جب تک ربانی امن کو اس دنیا میں فروغ نہ دیا جائے۔

جب سیدنا عیسیٰؑ یروشلم میں واقع اپنی جائے پیدائش بیت اللحم میں ہویدا ہوئے تب فرشتوں نے ان الفاظ کے ساتھ زمزمہ پردازی کی تھی کہ ”ہر اوجِ عظمت صرف خدائے برتر ہی کے لائق ہے اور امنِ ارضی ان لوگوں کے لیے ہے جس سے وہ راضی ہو جائے“۔ (متی، ۲: ۱۔ ۲، لوقا، ۲: ۱۱۔ ۱۴)

انجیل کا پیغام یہی ہے کہ وہ نظم وضبط کا خدا ہے نہ کہ انتشار وبدنظمی کا، جس

نے دنیا کی بد نظمی اور بے ضابطگی میں ایک ضابطے کی کارروائی کی، تاکہ اس دنیا کو اس کی اصل اور درست حالت میں لایا جاسکے۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے ہی اس نے جناب مسیحؑ کو مبعوث فرمایا، جنہوں نے خدائے برتر واعلیٰ کی بھرپور تائید و رضا کے ساتھ اپنا مشن پورا کردکھایا۔ ایک جم غفیر انہیں خوش آمدید کہہ رہا تھا، جیسا کہ انجیل میں ہے:

> ''وہ پکار رہے تھے: خداوند کے نام پر آنے والے بادشاہ کے لیے خوش آمدید۔ آسمان میں امن و امان ہو اور خدا کے لیے جلال وعظمت ہو۔''
> (لوقا،۱۹: ۳۸)

## آمدِ مسیح امن کی ضمانت

عہد نامہ جدید اس بات کا دعوے دار ہے کہ سیدنا مسیح علیہ السلام ہی امن کی ضمانت ہیں:

> ''کیوں کہ مسیح کی وجہ سے ہم امن میں ہیں۔ مسیح نے ہم دونوں کو ایک کر دیا۔ یہودی اور غیر یہودی دونوں کو اس طرح علیٰحدہ کر دیا گیا تھا جیسے ان کے درمیان ایک دیوار ہو۔ وہ ایک دوسرے کے دشمن تھے، لیکن مسیح نے اس دشمنی کو اپنا جسم دے کر دور کیا۔ یہودی شریعت میں کئی احکام ہیں، لیکن مسیح نے اس شریعت کو ختم کیا۔ مسیح کا مقصد یہ تھا کہ دونوں گروہوں کے لوگوں کو نئے انسان بنائیں۔ ایسا کر کے مسیح نے امن قائم کیا۔ مسیح نے آ کر تم غیر یہودی لوگوں کو امن کی تعلیم دی، جو خدا سے بہت دور تھے اور اس نے یہودیوں کو بھی، جو خدا کے نزدیک تھے، امن کی تعلیم دی۔'' (افسیوں،۲: ۱۴، ۱۵، ۱۷)

رسولوں کے اعمال میں یہود کے لیے خوش خبری دی گئی ہے، جو امن سے مشروط ہے:

> ''خدا نے یہودیوں سے کہا ہے اور انہیں خوش خبری دی ہے کہ امن و امان یسوع مسیح سے ہی آتا ہے۔ یسوع ہی سب لوگوں کا خداوند ہے۔'' (اعمال،۱۰: ۳۶)

امن کے متعلق سیدنا مسیح علیہ السلام کے مزید ارشادات درج ذیل ہیں:

''جہاں تک تم سے ممکن ہو سکے، سب کے ساتھ امن سے رہو۔''

(رومیوں،۱۲: ۱۸)

کرنتھیوں کے نام پولوس رسول اپنے پہلے خط میں سیدنا مسیح علیہ السلام کو پوری دنیا کے لیے 'امن کی آشا' قرار دیتا ہے:

''میرا مطلب ہے، خدا نے مسیح میں ہو کر دنیا اور اپنے درمیان امن قائم کر لیا۔ خدا نے لوگوں کو مسیح میں ان کے گناہ کے لیے قصور وار نہیں ٹھہرایا اور اس نے امن کے اس پیغام کو ہمیں لوگوں کو سنانے کے لیے دیا۔'' (لوقا، ۱۴: ۳۲)

## مسیحی امن فارمولہ

مسیحیت میں امن مشروط ہے۔ امن کی تعلیمات بلا قید نہیں ہیں۔ امن انہی کے لیے ہے جو باایمان (مسیحی) اور امن کے خواست گار ہوں۔ ایسے لوگ، جو ایمان سے عاری (غیر مسیحی) ہوں اور مسیحی معاشرہ سے جدائی کے طلب گار ہوں، ان کے لیے امن کا فارمولا درج ذیل ہے:

''اگر ویسے مرد جو باایمان نہ ہو اور جدا ہونا چاہے تو اسے ہو جانے دو۔ ان حالات میں کوئی بھائی یا بہن پابند نہیں۔ خدا نے ہم کو پر امن زندگی کے لیے بلایا ہے۔'' (کرنتھیوں اول، ۵: ۱۹)

عہد نامہ قدیم میں جس طرح دشمنوں کو نیست و نابود کرنے اور ان کا قتل کرنے کے واضح احکام موجود ہیں، اس طرح کے احکام عہد نامہ جدید میں نہیں ملتے۔ اس میں امن کا پیغام نمایاں ہے۔ معاشرتی انصاف کی جا بہ بجا تلقین کی گئی ہے:

''اور اپنے پیروں میں امن کی خوش خبری کی نعلین پہن لو، جو تمہیں طاقت سے کھڑے رہنے میں مدد دے گی''۔ (افسیوں،۶: ۱۵)

''تم سب امن اور سلامتی کی زندگی میں رہ کر اس کا اعزاز سمجھو اور اپنے کام کی طرف توجہ دو اور اپنی کمائی اپنے ہاتھ سے کماؤ، ہم تمہیں سب

کرنے کے لیے پہلے ہی کہہ چکے ہیں"۔(تھسلنیکیوں اول، ۴: ۱۱)
"اوران کے کام کے سبب سے محبت کے ساتھ ان کی بڑی عزت کرواور ایک دوسرے کے ساتھ امن سے رہو"۔(تھسلنیکیوں اول، ۵: ۱۳)
"تم میرے سچے فرزند کی مانند ہو، کیوں کہ تم ایمان رکھتے ہو، فضل وکرم، امن وامان اور سلامتی خدا باپ اور ہمارے خداوند یسوع مسیح کی طرف سے تم پر نازل ہوتا رہے"۔ (تیمتھیس اول، ۱: ۲)
"اس کو بہت زیادہ مے نہیں پینا چاہیئے اور اسے لوگوں سے لڑنے والا نہیں ہونا چاہیئے، اس کو نرم مزاج اور پر امن ہونا چاہیئے۔ وہ ایسا نہیں ہو جو پیسہ سے پیار کرتا ہو"۔(تیمتھیس اول، ۳: ۳)
"جب ہمیں سزا دی گئی تو ہم لوگوں نے خوشی نہیں منائی، بلکہ سزا پانا تو درد سے بھرا ہوا تھا، لیکن سزا پانے کے بعد ہم لوگوں نے سزا سے سبق سیکھا۔ ہم لوگ امن و امان میں ہیں، کیوں کہ ہم لوگوں نے سیدھی زندگی گزارنی شروع کردی ہے"۔(عبرانیوں، ۱۱: ۱۲)
"لیکن جو حکمت اوپر سے آتی ہے، پہلے یہ پاک ہے، پھر پر امن۔ نرم اور وسیع ذہن آسانی سے قبول کرنے والی نئی سچائی، یہ رحم سے بھر پور نیک عمل کرنے اور دوسروں کے ساتھ ایمان دار اور غیر جانب دار رہتی ہے۔ جو لوگ امن کے لیے پرامن طریقے سے کام کرتے ہیں وہ راست بازی کے ذریعہ اچھی چیزوں کو پاتے ہیں"۔(یعقوب، ۳: ۱۷۔ ۱۸)

## تشکیل امن

تشکیلِ امن کے دائرے میں آزادی، تحفظ و بقا، فلاح و بہبود، عظمت و رفعت اور سیاسی استحکام وغیرہ سب شامل ہے۔ جو شخص بھی ان چیزوں کے لیے کوشاں ہوگا اسے بجا طور پر امن کا علم بردار کہا جائے گا۔ انجیل متی عیسائیت کے بنیادی اصول وضوابط کے تناظر میں سیدنا عیسیٰؑ کے 'پہاڑی کے وعظ' کے حوالے سے یہ روایت کرتی ہے کہ " امن کی تشکیل کے لیے کوشاں لوگ قابل ستائش ہیں۔ انہیں اس کے بدلے

میں ’خدا کے بیٹوں‘ کے لقب سے پکارا جائے گا‘‘۔(متی،۵:۹)

## ہم سایوں سے محبت

حضرت عیسیٰؑ نے ہم سایوں سے محبت کا درس دیا۔ ان کے نزدیک ہم سایے سے مراد صرف وہ شخص نہیں ہے، جس سے کوئی رشتہ داری ہو، بلکہ ہر وہ شخص ہے جو کسی بھی طرح کے رابطے میں آئے۔ انھوں نے فرمایا:

’’اپنے والدین کی عزت کرو اور تمھیں اپنے ہم سائے سے محبت کرنی چاہیے‘‘۔ (متی،۱۹:۱۹)

اسی طرح ایک اور جگہ فرمایا:

’’تم اپنے ہم سائے سے اسی طرح محبت کرو جس طرح اپنے آپ سے محبت کرتے ہو‘‘۔ (متی،۲۲:۳۹)

لوقا کی انجیل میں اسی بات کو بہت زور دے کر کہا گیا ہے:

’’لیکن آدمی نے بتانا چاہا کہ وہ اس کا سوال پوچھنے میں سیدھا ہے۔ اس لیے اس نے یسوع سے پوچھا کہ میرا پڑوسی کون ہے؟ تب یسوع نے کہا: ایک آدمی یروشلم سے یریحو کے راستہ میں جا رہا تھا کہ چند ڈاکوں نے اسے گھیر لیا۔ اس کے کپڑے پھاڑ ڈالے اور اس کو بہت زیادہ پیٹا بھی۔ اس کی یہ حالت ہوئی کہ وہ نیم مردہ ہو گیا۔ وہ ڈاکو اس کو وہاں چھوڑ کر چلے گئے۔ ایسا ہوا کہ ایک یہودی کاہن اس راہ سے گزر رہا تھا۔ وہ کاہن اس آدمی کو دیکھنے کے باوجود اس کی کسی بھی قسم کی مدد کیے بغیر اپنے سفر پر آگے روانہ ہوا۔ تب لاوی اسی راہ پر سے گزرتے ہوئے اس کے قریب آیا۔ وہ بھی اس زخمی آدمی کی کچھ بغیر مدد کیے اپنے سفر پر آگے بڑھ گیا۔ پھر ایسا ہوا کہ ایک سامری، جو اس راستے پر سفر کرتے ہوئے اس جگہ پر آیا، وہ راہ پر پڑے ہوئے زخمی آدمی کو دیکھتے ہوئے بہت دکھی ہوا۔ سامری نے اس کے قریب جا کر اس کے زخموں پر زیتون کا تیل اور مے لگا کر کپڑے سے باندھ دیا۔

وہ سامری چوں کہ ایک گدھے پر سواری کرتے ہوئے بذریعے سفر وہاں پہنچا تھا، اس نے زخمی آدمی کو اپنے گدھے پر بٹھایا اور اس کو ایک سرائے میں لے گیا اور اس کا علاج کیا۔ دوسرے دن اس سامری نے دو چاندی کے سکے لیے اور اس کو سرائے والے کو دے کر کہا کہ اس زخمی آدمی کی دیکھ بھال کرنا۔ اگر کچھ مزید اخراجات ہوں تو پھر جب میں دوبارہ آؤں گا تو تجھ کو ادا کروں گا۔ یسوع نے پوچھا کہ ان تینوں آدمیوں میں سے کس نے ڈاکو کے ہاتھ میں پڑے آدمی کا پڑوسی ہونا ثابت کیا ہے؟'۔ (لوقا، ۱۰: ۲۹۔۳۶)

گویا اہم بات کسی شخص کا ہم سایہ ہونا ہے، نہ کہ اس کی قومیت یا مذہب۔ دوسرا کردار اس کہانی میں ایک پادری کا تھا جو اس یہودی کے پاس سے حقارت سے گزر گیا۔ تیسرا کردار ایک مربی کا ہے، جس نے ایک آدمی کو یوں پڑا دیکھا اور گزر گیا۔ چوتھا کردار ایک سامری کا ہے، جو کہ یہودی مذہب کے نزدیک ملحد تھا۔ اس نے انسانی ہم دردی اور بھائی چارے کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس مرتے ہوئے یہودی کی مدد کرنے کی کوشش کی۔ اس نے اس زخمی اور خستہ حال یہودی کی مرہم پٹی کی، پھر اس کو اپنے گھوڑے پر سوار کیا اور ایک سرائے میں لے جا کر اس کی مزید مدد کی۔ اس واقعہ میں سیدنا عیسیٰؑ نے یہ پیغام دیا ہے کہ ہم سایہ محض وہ شخص نہیں ہوتا جو آپ کے برابر میں رہتا ہے، یا جس کا تعلق آپ کے قبیلے اور ملک سے ہوتا ہے، بلکہ ہم سایہ ہر وہ شخص ہے جو آپ کے ساتھ بغیر مذہبی، نسلی اور اخلاقی تعلق کے بھی وابستہ ہو چکا ہے۔ صاحب تفسیر الکتاب لکھتے ہیں:

"سامری نے سارے انسانوں کا احترام کرنا سیکھا تھا، اس لیے وہ اس پر ترس کھاتا ہے جس طرح وہ چاہتا ہے کہ ایسی حالت میں مجھ پر ترس کھایا جائے۔ اس سامری کا ترس کوئی بے عمل ترس نہ تھا۔ اس نے صرف اپنا دل ہی نہیں بڑھایا، بلکہ اس بے کس زخمی آدمی کی مدد کے لیے اپنا ہاتھ بھی بڑھایا۔ دیکھئے کہ یہ سامری کیسا ہم درد ہے۔ وہ زخمی آدمی کے پاس آیا۔

کاہن اور لاوی اس سے دور دور رہے تھے۔ اس وقت کوئی ڈاکٹر کوئی جراح نہیں مل سکتا تھا، اس لیے اس سامری نے خود یہ کام کیا۔" ۲؎

سیدنا عیسیٰؑ نے جس دور میں ہم سایوں کے ساتھ محبت کرنے کا درس دیا، اس دور میں پادریوں کے نزدیک ہم سایہ صرف خونی رشتے والے شخص کو سمجھا جاتا تھا۔ انھوں نے اس کا وسیع تصور پیش کیا اور اس کا مطلب یہ بتایا کہ اس کی آڑے وقت میں امداد کی جائے، اس کی ضروریات پوری کی جائیں، اس کی کوتاہیوں سے درگزر کیا جائے، اس کا دکھ درد بانٹا جائے اور اس کا بوجھ ہلکا کیا جائے۔ یہ خدمت کا ایک ایسا انداز اور رویہ ہے، جو اپنے اندر بہت اثر رکھتا ہے۔

## دشمنوں سے محبت

حضرت عیسیٰؑ نے دشمنوں سے بھی محبت کرنے کا سبق دیا ہے۔ اس لیے کہ ان کے نزدیک جب تک ہم حقیقی طور پر اپنے دشمنوں کے ساتھ محبت کرنا نہیں سیکھ لیتے، تب تک کرۂ ارض فساد کا منظر پیش کرتی رہے گی۔ لوقا کی انجیل میں ہے:

"اگر تم اپنے محبت رکھنے والوں ہی سے محبت رکھو تو تمہارا کیا احسان ہے؟ کیوں کہ گنہ گار بھی اپنے محبت رکھنے والوں سے محبت رکھتے ہیں۔ اور اگر تم ان ہی کا بھلا کرو جو تمہارا بھلا کریں تو تمہارا کیا احسان ہے؟ کیوں کہ گنہ گار بھی ایسا ہی کرتے ہیں اور اگر تم ان ہی کو قرض دو جن سے وصول ہونے کی امید رکھتے ہو تو تمہارا کیا احسان ہے؟ گنہ گار بھی گنہ گاروں کو قرض دیتے ہیں، تا کہ پورا وصول کرلیں۔ مگر تم اپنے دشمنوں سے محبت رکھو اور بھلا کرو اور بغیر ناامید ہوئے قرض دو تو تمہارا اجر بڑا ہوگا اور تم خدا تعالیٰ کے بیٹے ٹھہرو گے، کیوں کہ وہ ناشکروں اور بدوں پر بھی مہربان ہے۔ جیسا تمہارا باپ رحیم ہے، تم بھی رحم دل ہو۔"
(لوقا، ۶: ۳۲۔۳۶)

آپؑ کے پہاڑی کے وعظ میں بہت سے بنیادی اور سماجی ضوابط موجود

تھے۔ ان میں سے چند مشہور اقوال درج ذیل ہیں:

"لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ تم کسی پر غصّہ نہ کرو۔ ہر ایک تمہارا بھائی ہے۔ اگر تم دوسروں پر غصہ کروگے تو تمہارا فیصلہ ہوگا اور اگر تم کسی کو برا کہوگے تو تم سے یہودیوں کی عدالت میں چارہ جوئی ہوگی۔ اگر تم کسی کو نادان یا اُجڈ کے نام سے پکاروگے تو دوزخ کی آگ کے مستحق ہوگے۔ . . زنا نہ کرو..... کسی کو ہلاک نہ کرو— اگر تم زنا نہیں کرتے ہو، لیکن کسی کو ہلاک کرتے ہو، تب تم خدا کی شریعت کو توڑنے والے ٹھہرے۔" (یعقوب، ۲: ۱۱)

ایک اور خطبے میں سیدنا عیسیٰؑ ارشاد فرماتے ہیں:

"میں تمھیں جو کہتا ہوں اسے خوب اچھی طرح ذہن نشین کرلو کہ تم اپنے دشمنوں سے پیار کرو۔ جس نے تمہارے ساتھ زیادتی کی ہے تم اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور جو تمھیں گزند پہنچاتا ہے تم اس کے لیے دعا کرو"۔ (متی، ۵: ۴۴)

ایک جگہ یوں حکم ہوا ہے:

"بلکہ تم اپنے دشمنوں کے ساتھ محبت کرو اور ان کو بغیر واپسی کی امید کے قرض دے دو"۔ (لوقا، ۶: ۳۵)

اس حکم نامے میں سیدنا مسیحؑ نے یہ وضاحت فرمادی ہے کہ حقیقی محبت کرنے والا بغیر کسی امید کے محبت کرتا ہے۔ ہم طبعی طور پر سچے پیار کو جانتے ہیں۔ اگر ہم اس کو پاسکیں تو ہم اسے خدا سے حاصل کرسکتے ہیں، اپنے والدین سے اور اپنے انتہائی قریبی دوست سے بھی۔ اگرچہ یہ مسلسل نہیں ہوتا، مگر ہمیں اس کا تجربہ ضرور ہوجاتا ہے اور ہمیں اس بات کی چنداں حاجت نہیں رہ جاتی کہ ہم سچے پیار اور جھوٹے پیار میں فرق بتائیں، جو محبت ہی کے نام پر کیا جاتا ہے، مگر بغیر کسی روحانی و مسیحائی محرک کے۔ عملی محبت ہی ہے جو مسیح چاہتے ہیں کہ ہم اپنے دشمنوں کے ساتھ کریں۔ یہی ایک اصول ہے جس کے ذریعے ہم ربانی محبت اور پیغام کو اپنے دشمنوں سے اچھے برتاؤ کے ساتھ عام کرسکتے ہیں۔

## عفو و درگزر

انجیل اس بات پر بہت زور دیتی ہے کہ دوسرے انسانوں کی کوتاہیوں سے درگزر کیا جائے۔ اگرچہ معافی کوئی آسان بات نہیں ہے، کیوں کہ کسی کی زیادتی کو محض ایک لفظ 'معافی' سے نہیں بھلایا جاسکتا، چنانچہ دوسروں کو معاف کر دینا بڑا ہی بلند ہمت کام ہے۔ ہمیں ضرور عفو و درگزر سے ایسے معاملات کو حل کرنا سیکھنا ہوگا۔ انجیل میں اس سلسلے کی صریح تعلیمات ملتی ہیں:

> ''اور جس طرح ہم نے اپنے قرض داروں کو معاف کیا ہے تو بھی ہمارے قرض ہمیں معاف کر...اور ہمارے گناہ معاف کر، کیوں کہ ہم بھی اپنے قرض دار کو معاف کرتے ہیں اور ہمیں آزمائش میں نہ لا''۔ (متی،۶: ۱۲،لوقا، ۱۱: ۴)

> ''اگر تم دوسرے لوگوں کی کوتاہیاں معاف کر دو گے تو تمہارا آسمانی باپ بھی تمہاری غلطیاں معاف فرما دے گا۔ لیکن اگر تم لوگوں کی غلطیاں معاف نہیں کرو گے تو تمہارا آسمانی باپ بھی تمہاری خطائیں معاف نہیں کرے گا''۔(متی،۶: ۱۴۔۱۵)

> ''تب پطرس اوپر آیا اور اپنے آقا سے کہا !اگر میرا بھائی میرے خلاف برائی کرے تو میں کتنی مرتبہ اسے معاف کروں؟ کیا اسے سات دفعہ معاف کردوں؟ تب مسیح نے اسے جواب دیا: بلکہ تو اسے ستر بار معاف کردے۔ میں تمہیں سات دفعہ نہیں، بلکہ ستر دفعہ معاف کرنے کا حکم دیتا ہوں''۔ (لوقا، ۱۷: ۴)

> ''اور ایک دوسرے پر مہربان اور نرم دل ہو اور جس طرح خدا نے مسیح میں تمہارے قصور معاف کیے ہیں، تم بھی ایک دوسرے کے قصور معاف کرو''۔(افسیوں، ۴: ۳۲)

> ''پس جو کچھ تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے ساتھ کریں وہی تم بھی ان کے ساتھ کرو، کیوں کہ توریت اور نبیوں کی تعلیم یہی ہے''۔ (متی، ۷: ۱۲)

> ''اگر تیرا بھائی تیرا گناہ کرے تو جا اور خلوت میں بات چیت کر کے اسے سمجھا۔ اگر وہ تیری سنے تو تُو نے اپنے بھائی کو پالیا۔ اور اگر نہ سُنے تو ایک دو آدمیوں کو اپنے ساتھ لے جا، تا کہ ہر ایک بات دو تین گواہوں کی زبان سے ثابت ہو جائے۔ اگر وہ ان کی سننے سے بھی انکار کرے تو کلیسیا سے کہہ اور اگر کلیسیا کی سننے سے بھی انکار کر تو تُو اسے غیر قوم والے اور محصول لینے والے کے برابر جان ـ ـ ـ خبر دار رہو! اگر تیرا بھائی گناہ کرے تو اسے ملامت کر۔ اگر توبہ کرے تو اسے معاف کر۔ اور اگر وہ ایک دن میں سات دفعہ تیرا گناہ کرے اور ساتوں دفعہ تیرے پاس پھر آ کر کہے کہ توبہ کرتا ہوں تو اسے معاف کر''۔ (متی، ۱۸:۲۱)

## مزاحمت اور تشدد سے اجتناب

عیسائیت پر عمل کرنے والے کا یہ پختہ عقیدہ ہے کہ انجیل جناب عیسیٰؑ کی سیرت اور خدمتِ انسانیت کا پرتو ہے کہ آپ کی ساری زندگی تشدد اور مزاحمت سے پاک تھی۔ عیسائیت کی پہلی صدی عدم تشدد کی واضح مثال ہے، جس کی بنیاد دراصل سیدنا عیسیٰؑ کی تشدد سے پاک ان تعلیمات پر تھی:

> ''میں تمھیں تمہارے دشمنوں کے ساتھ محبت کا سلوک کرنے کی تلقین کرتا ہوں اور ان کے لیے دعا کرنے کو کہتا ہوں جو تمھیں کوئی تکلیف دیتا ہے''۔ (متی، ۵: ۴۴)

انجیل متقاضی ہے اس بات کی کہ ہر عیسائی کو امن کا علم بردار ہونا چاہیئے۔ اسے دنیا میں امن کے دیر پا قیام کی کوششوں سے بخوبی آگاہ ہونا چاہیئے اور اس کی تشکیل کے لیے ہمہ وقت تیار رہنا چاہیئے۔ سیدنا مسیحؑ کی تعلیمات کے مطابق ایسا رویہ اختیار کر کے ہی کوئی سچا مسیحی بن سکتا ہے۔

## امن پسندی

مسیحیوں میں 'امن پسند' تحریک ابتداء ہی سے بہت مقبول رہی ہے۔ یہ

ایک عیسائی کو جنگ میں شرکت سے روکتی ہے۔ ابتدائی دور کے رومن حکمرانوں کے ہاں عیسائی سپاہیوں کے شواہد بالکل نہیں ملتے۔ چرچ عیسائیوں کو جنگ وجدل سے روکتا ہے اور اس قسم کی سرگرمیوں سے دور رہنے کی تلقین کرتا ہے۔ ابتدائی عیسائی ادب میں بھی اس قسم کی سرگرمیوں کے بارے میں کوئی تحریر نہیں ملتی۔ مسیحی تعلیمات، جیسے ''دشمن سے محبت کریں''، ''کسی کو قتل نہ کریں'' اور ''اگر کوئی ایک طمانچہ مارے تو اپنا دوسرا گال اسے پیش کر دیں'' اس تحریک کے ابتدائی حوالے ہیں۔ ایک بڑی مثال یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی گرفتاری کے وقت اپنے ساتھی پطرس اور باقی حواریوں سے اپنے دفاع کے لیے مدد نہیں مانگی۔

دوسری صدی کی دستاویزات، جو اسکندریہ کے چرچ سے لی گئی ہیں، Apostalic Tradition کے نام سے موسوم ہیں، وہ امن پسند تحریک کی وکالت کے لیے بہت مشہور ہیں۔ ان میں یہ حکم ملتا ہے کہ جس شخص کے ہاتھ میں تلوار ہے، اسے چاہیے کہ وہ پھینک دے اور جو سپہ گری کا پیشہ اختیار کرتا ہے وہ خدا سے دور ہو جاتا ہے۔ اس کا خدا سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔ چوتھی صدی تک اس طرح کی تعلیمات عیسائیوں میں غالب رہی ہیں ''کہ میں سپاہی نہیں بنوں گا۔ میں گناہ کا ارتکاب نہیں کرنا چاہتا، کیوں کہ میں ایک عیسائی ہوں''۔ مسیحی تاریخ میں 'سینٹ مارییٖن' کو عیسائیت قبول کرنے کے بعد سپہ گری چھوڑنے پر قتل کر دیا گیا تھا۔ اس قسم کی بہت سی مثالیں عصر حاضر میں بھی ملتی ہیں۔ ۳؎

## خدمتِ انسانیت

انجیل مقدس میں جا بہ جا اس بات پر بہت زور دیا گیا ہے کہ سیدنا عیسیٰؑ نے کیا عمل کر کے دکھایا۔ ان کے معجزاتِ مسیحائی، ان کا دوسروں کی مدد کے لیے بھاگ دوڑ کرنا، غریبوں کی دل جوئی کرنا، عاجزی وانکساری، خلوص ومسکنت اور ستائش سے بے نیاز ہو کر خدمتِ انسانیت، یہ تمام چیزیں مشعلِ راہ ہیں۔ انجیل کی مندرجہ ذیل

آیات میں خدمتِ انسانیت پر بہت زور دیا گیا ہے:

> ”بلاشبہ انسان دوسروں کی خدمت کے لیے بھیجا گیا تھا، نہ کہ اس لیے کہ دوسرے اس کی خدمت کریں۔ تم میں سے عظیم وہ ہیں جو تمہاری خدمت کرتے ہیں۔ جو خود کو بلند کرنے کی کوشش کرے گا وہ پست کر دیا جائے گا اور جو اپنے آپ کو پست رکھے گا اسے بلند کر دیا جائے گا۔ خداوند کے سامنے اپنے آپ کو عاجز بنو، پھر وہ تمہیں سربلند کرے گا“۔ (یعقوب، ۴:۱۰)

> ”سب سے بہترین تم غریب لوگ ہو، خدائی سلطنت تمہاری ہے۔ سب سے بہترین تم بھوکے لوگ ہو، تمہیں ضرور کھلایا جائے گا۔ سب سے بہترین تم رونے والے لوگ ہو، تمہیں ضرور ہنسایا جائے گا“۔ (لوقا، ۶:۲۰۔۲۱)

> ”تمہارا خدا ہم سب کا معلم ہے۔ اس نے اور میں نے تمہارے پاؤں دھوئے ہیں تو تمہیں بھی چاہیے کہ تم دوسروں کے پاؤں دھو دو۔ سو میں تمہیں اپنی مثال دے چکا ہوں۔ تمہیں چاہیے کہ تم بھی اب وہی کرو جو میں نے تمہیں کر دکھایا ہے“۔ (یوحنا، ۱۳: ۱۴)

جناب مسیحؑ نے اپنا بیش تر وقت نادار لوگوں کی مدد کرنے میں گزارا۔ انہوں نے ان لوگوں کی مسیحائی کی جو بیمار تھے۔ انھوں نے اکثر گناہ گاروں اور بھتہ خوروں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا، جن کو معاشرے میں بہت برا سمجھا جاتا تھا۔

سیدنا مسیحؑ کی تعلیمات کی پیروی کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ان کے نقش قدم پر چلا جائے، غریبوں کی امداد کی جائے، محبت والے کام کیے جائیں، مصیبت زدہ اور روتی بلکتی انسانیت کی مدد کی جائے۔ کسی غریب کو حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھا جائے، کسی جاہل سے نفرت نہ کی جائے، معذور اور ضرورت مند انسانوں کی ہر ممکن طریقے مدد کی جائے۔

## قانون کا احترام

سیدنا عیسیٰؑ سے پوچھا گیا کہ کیا ہم قیصر روم کو ٹیکس ادا کریں؟ سیدنا عیسیٰؑ نے